عالمی جلسوں میں خدا کے فضلوں کے نظارے دیکھتے ہوئے جماعت کو قول سدید اور دعاؤں کی تحریک

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 ستمبر 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۱﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۲﴾ (الاحزاب: 72،71)

پھر فرمایا:

پچھلے دو مہینے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دو اہم مرکزی جلسوں کی وجہ سے بہت مصروفیت میں گزرے ایک U.K کا جلسہ اور ایک جماعت جرمنی کا جلسہ، دونوں کے اپنے اپنے رنگ اور الگ الگ مزاج ہیں۔ جہاں تک جماعت U.K کے جلسے کا تعلق ہے یہ فی الحقیقت عالمی نوعیت کا ان معنوں میں ہے کہ تمام دنیا سے، ہر جگہ سے کچھ نہ کچھ لوگ جو توفیق رکھتے ہیں ضرور اس جلسے پر پہنچ جاتے ہیں اور وہ مرکزی حیثیت جو کبھی ربوہ کے جلسوں کو نصیب تھی اس شان کے ساتھ تو نہیں، اس کثرت کے ساتھ تو نہیں مگر مزاج کے طور پر ضرور U.K کی جماعت جلسے کو نصیب ہو چکی ہے۔ جرمنی کا جلسہ اپنی نوعیت کی الگ شان رکھتا ہے اس میں جو آنے والوں کا ہجوم ہے اور شامل ہونے والوں کی کثرت وہ محض کثرت کی بناء پر نہیں بلکہ مختلف قوموں کی نمائندگی کے لحاظ سے جو چند ہیں ایک

غیر معمولی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ وہ صرف افراد کی کثرت نہیں بلکہ قوموں کی بحیثیت قوموں کی شمولیت کی کثرت بھی ہے۔

ربوہ کے جلسے میں بھی U.K کے جلسے میں بھی اگر چہ ہر قوم کے لوگ آتے رہے، ہر ملک کے لوگ آتے رہے، آتے ہیں، انشاء اللہ آتے رہیں گے مگر باقاعدہ اس طرح جماعت کے طور پر کثرت سے دوسری قوموں کے لوگوں کا آنا یہ جرمنی کا ہی حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز جرمنی کو بخشا ہے۔ چنانچہ اس سال جو ہجوم کی کثرت دیکھی تو امیر صاحب نے اس بارے میں مجھ سے ذکر کیا کہ اب اتنے مختلف زبانوں والے بیک وقت سنبھالنے مشکل ہو رہے ہیں اور اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ اتفاق سے جو حل میرے ذہن میں آیا اسی حل کا وہ بھی سوچ رہے تھے کہ جرمنی کا جلسہ بیک وقت دو تین قوموں کا جلسہ ہو رہا ہو اور ایک جلسہ اور ایک پنڈال نہ ہو بلکہ بوسنین مقررین بوسنین زبان میں اپنا جلسہ جاری رکھیں اور البانین مقررین البانین زبان میں اپنا جلسہ جاری رکھیں۔ ان کے علماء ان سے اسی طرح گفتگو کر رہے ہوں جیسے ہمارے ہاں لجنہ کا جلسہ، خواتین کا الگ ہو رہا ہوتا ہے اور مردوں کا الگ اور بعض تقریبات اکٹھی ہو جاتی ہیں۔

تو اب جو قومی پھیلاؤ کے دن آئے ہیں جب فوج در فوج لوگ داخل ہو رہے ہیں تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ ایک جلسہ اپنے بہت سے پہلو دائروں کی صورت میں رکھتا ہو اور ایک وسیع جلسہ ان سب دائروں پر محیط ہو اور اس میں بعض ایسی مصروفیات ہوں جن میں سب کو اکٹھا شریک ہونے کا موقع ملے۔ مثلاً جو بھی خلیفۃ المسیح ہو اس وقت اس کی تقریر اور بعض مرکزی علماء کی تقاریر یا بعض بیرونی وفود کی آمد پر ان کو جو موقع دیا جاتا ہے کچھ بات کرنے کا ایسی تقریبات ہیں جو سب میں مشترک ہو سکتی ہیں تا کہ جلسے کی واحدانیت بھی قائم رہے اور اس کے جو پھیلاؤ کے تقاضے ہیں وہ بھی پورے ہوں۔ ورنہ مشکل یہ پیش آتی ہے کہ البانین لوگوں کے لئے صرف وہ خطاب ہی رکھا جائے جو میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان سے مجلس کرتا ہوں تو باقی وقت جلسے میں ان کا دل نہیں لگتا اور اکثر صبح آئے اور پھر رات کو واپس چلے گئے اور اس افراتفری کے عالم میں وہ اپنے آپ کو جلسے کا اس طرح جزو نہیں سمجھ سکتے جیسا ہر شامل ہونے والے کو سمجھنا چاہئے۔

ایک حل اس کا ہم نے یہ کیا تھا کہ البانین اور بوسنین مہمان جو ہزارہا کی تعداد میں آتے ہیں ان

کے سپرد بعض ذمہ داریاں کردی تھیں اور جن کے سپرد وہ ذمہ داریاں کی گئیں ان کے اخلاص میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔انہوں نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی باتوں میں پرانے کارکنوں سے بھی بڑھ کر نمونے دکھائے مگر وہ چند لوگ ہیں جو اس طرح منسلک ہو جاتے ہیں، اکثریت اجنبی رہتی ہے اور سوائے اس خطاب کے یا ان خطبات کے جو ان کو سامنے رکھ کر ان سے کئے جاتے ہیں وہ جلسے کا حصہ نہیں بنتے۔تو اس تجویز کو ابھی تک ہم نے آخری صورت تو نہیں دی مگر مجھے لگتا ہے کہ آئندہ زمانوں کے جو نقشے ابھر رہے ہیں ان میں ایک یہ بھی نقشہ ہوگا کہ ایک عظیم عالمی جلسے میں جہاں کئی ملین احمدی شامل ہو رہے ہوں گے وہاں بیک وقت دس پندرہ بڑی بڑی زبانوں میں جلسے ہو رہے ہوں گے۔ان کے علماء ان سے خطاب کر رہے ہوں گے اور جہاں مرکزی خطبات آئیں گے وہاں سب اس میں شریک ہو جائیں گے۔تو یہ نقشہ جو ابھر رہا ہے اس کا آغاز جرمنی سے ہونے والا ہے۔تو میں امید رکھتا ہوں کہ امیر صاحب جرمنی اس بات کو یاد رکھتے ہوئے اس کا جو انتظامی ڈھانچہ ہے وہ تیار کریں گے اور آئندہ سال ہم اس پر تجربہ کر کے دیکھیں گے۔انشاءاللہ

تو یہ مصروفیات جو جلسہ جرمنی کی وجہ سے تھیں وہ بھی بہت گہری اور اپنی توجہات کے لحاظ سے بہت پھیلی ہوئی تھیں۔نہ صرف یہ کہ وہ پروگرام جو آپ نے بھی ٹیلی ویژن پر دیکھے ہیں ان میں حصہ لینے کا موقع ملا بلکہ بہت سے ایسے امور تھے جو ٹیلی ویژن پر دکھانے والے امور نہیں تھے، آپس کے مشورے تھے، منصوبہ بندیاں تھیں اور ان پر بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی ٹھوس کام کرنے کی توفیق بھی ملی اور بہت سی نئی نئی راہیں احمدیت کی ترقیات کی خدا تعالیٰ کے فضل سے روشن ہوئی ہیں اور جرمنی کے جلسے میں ضمنی جلسے جو آجاتے ہیں ایک اس میں سے ہالینڈ ہے، ایک بیلجیئم ہے اور آتے جاتے ان دونوں جماعتوں کو بھی اللہ کے فضل سے فائدہ پہنچ جاتا ہے۔پس یہ جو غیر معمولی جلسوں کی مصروفیت کا کام تھا جس میں زیادہ تر بیرونی مہمانوں کے آنے کے تقاضے جو ہیں اور آئندہ جلسے کے پروگرام بنانے اور نئی راہیں جو کھلتی ہیں ان پر زیادہ ہمت اور خلوص کے ساتھ قدم آگے بڑھانے کے منصوبے طے کرنے ہیں یہ ایک حصہ تو پورا ہوا لیکن کچھ حصہ ایسا ہے جو ابھی پھیلا پڑا ہے آئندہ سال پر اور وہ انشاءاللہ جاری رہے گا۔اس کی سوچ بچار، فکر کرنا، منصوبے بنانا لیکن وہ جو مرکزی کام مستقل نوعیت کے ہیں اب میں ان کی طرف لوٹا ہوں تو بہت بڑا انبار لگا ہوا ہے کاموں کا اور حیرت ہوتی ہے

کہ اتنی دیر الگ رہ کر یہ ضروری کام کیسے پیچھے رہ گئے۔تو اب انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ تر توجہ انہی امور کی طرف دی جائے گی جو مستقل ہیں اور اس کی Volume یعنی اس کی مقدار اتنی بڑھ چکی ہے کہ ایک دن بھی اگر باہر رہ جائے یہاں سے تو پیچھے جو کام ہیں وہ ڈھیریوں میں اونچے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ڈھیر لگ جاتے ہیں ان کے۔مگر اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔یہ ایک بہت ہی اہم بات ہے جسے آپ کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ جو کام ڈالتا ہے وہ توفیق بھی دیتا ہے اس لئے اس بارے میں آپ کو قطعاً فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔کام بڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وقت میں برکت بھی بڑھا دیتا ہے۔کام کرنے والے،خدمت کرنے والے از خود دلوں میں جوش لے کر آگے آتے ہیں اور کبھی بھی اس پہلو سے کمی محسوس نہیں ہوئی اور جو کام مجھے کرنے ہیں وہ مجھے ہی کرنے ہوتے ہیں،وہ بانٹے نہیں جا سکتے اور ان کاموں کے بڑھنے کے باوجود خدا تعالیٰ نے یہ مدد کا سلسلہ ایسا جاری رکھا ہے کہ کبھی بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ کام حد استطاعت سے آگے نکل گئے ہیں۔تو بعض لوگ گھبراتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں کہ آپ پہ اتنے بوجھ پڑ گئے ہیں۔اب آپ ان کو بانٹنا شروع کریں۔جو فیصلے والی باتیں ہیں آخری وہ اس لئے ہمیشہ خلافت کے ساتھ منسلک رہیں گی کہ فیصلوں کے ساتھ بہت سے غور ہیں،بہت سی باتیں ہیں جو عمومی نظر رکھنے کے بغیر فیصلے ہو ہی نہیں سکتے اور جہاں بھی وہاں کمی آئی ہے وہاں فیصلے غلط ہو گئے ہیں۔اس لئے جو کام سارے عالم کے ایک مرکزی نمائندے کو کرنے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے کہ مرکزی دماغ کا کام کرے وہ کام بانٹے نہیں جا سکتے سوائے اس کے کہ کوئی آفت آجائے تو بعض دفعہ دل میں بھی ایک مرکز بن جاتا ہے لیکن اصل مرکز جو خدا تعالیٰ نے بنایا ہے وہ ایک مرکز ہے سوچ کا اور بدن کے کام بھی تو دیکھیں کتنے پھیل چکے ہیں۔اگر آپ کو پتا لگے کہ کتنے کام ہیں جو انسان کا وجود کرتا ہے تو اس کے تصور سے ہی دماغ مختل ہو جائیں۔ان کی تفاصیل لکھنے بیٹھیں تو عمریں گزر جائیں تو تفاصیل لکھ نہیں سکتے۔

اس میں راز یہ ہے کہ تدریج اور ترقی کی جو Evolution کا رنگ رکھتی ہو اس کی برکتوں سے بعض کام اپنی ذات میں مکمل ہوتے چلے جاتے ہیں اور سوچنے والا دماغ ان سے بالا ہو کر ان پر نظر تو رکھتا ہے مگر وہ کام پھر اتنی توجہ نہیں چاہتے یہاں تک کہ ہر سال ایک منزل اونچی ہو جاتی ہے اور ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (یونس:4) کا مضمون انسان پر روشن ہو جاتا ہے کہ کتنا عظیم کائنات

کا کام ہے جس کا وہم وگمان بھی اگر انسان کروڑ ہا کروڑ سال تک زندہ رہے تو نہیں کرسکتا۔ناممکن ہے اس کی اتھاہ کو پہنچ سکے لیکن اس کے باوجود خدا نے وہ کام کئے اور کروائے اور اس کی تربیت دی اور نظام از خود جاری ہو گیا گویا کہ از خود جاری ہو گیا حالانکہ از خود جاری نہیں ہے۔اس پر فرشتے مقرر فرمائے، ہر ایک کا ایک نگران مقرر کیا، ان نگرانوں کے اور نگران بنائے یہاں تک کہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یوں چل پڑے جیسے کوئی نگران ہی نہیں ہے، از خود ہی جاری ہو گئے ہیں۔

یہ جو نظام کائنات ہے خدا تعالیٰ نے مذہب میں بھی یہی نظام جاری فرمایا ہے اور ذمہ داریوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حکمت اور اللہ تعالیٰ کی دکھائی ہوئی راہوں پر چلتے ہوئے انسان کام کرے تو اس فکر کی ضرورت نہیں رہتی کہ کام بہت بڑھ گیا ہے۔دماغ سے زیادہ اپنے وجود کو سنبھالنے کا جو کام ہے وہ ہو ہی نہیں سکتا۔ہر شخص کا دماغ اپنی ذات کے محدود دائرے میں ہی اتنے کام کرتا ہے کہ میں نے جیسے کہ بیان کیا ہے اگر آپ اس کا تصور باندھنے کی کوشش کریں تو آپ کی طاقت ہی نہیں ہے۔ہر حکم جو دماغ دیتا ہے ہر حرکت کے لئے اس کے ساتھ جو بجلی کی لہریں دماغ کے چھوٹے سے محدود دائرے میں آگے پیچھے حرکت کرتی ہیں اور تمام نظام کو منسلک کرتی ہیں اس ایک حکم کے ساتھ اور اس کے نتائج کے ساتھ اس کے متعلق سائنس دان کہتے ہیں کہ لاکھوں میل کا سفر بجلی کے کوندوں کا ہر حکم کے ساتھ ہو جاتا ہے۔اس نے یادداشت کے مرکز تک بھی پہنچنا ہے اور اس نے جسم کے ہر خلیے کو اس کی تعلیم دینی ہے کہ اس کا نتیجہ تم پر کیا ہوگا کیا اثر اس پر پڑے گا۔یہ بہت ہی تفصیلی اور گہرا مضمون ہے لیکن ہر حکم کے وقت دماغ کے اندر جو رابطے ہیں وہ بجلی کے رابطے وہ لاکھوں میل سفر کر جاتے ہیں اور یہ نظام آناً فاناً تو نہیں پیدا ہوا۔اس کے لئے ایک ارب سال لگے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ آگے بڑھا ہے لیکن جب بڑھ گیا تو ایسا آسان ہو گیا یوں لگا جیسے کام ہو ہی نہیں رہا۔ہر آدمی اپنی ذات سے غافل سویا رہتا ہے، اس کا نظام خود بخود حرکت میں رہتا ہے لیکن سوتے ہوئے بھی دماغ کوئی کام ضرور کر رہا ہوتا ہے۔یہ جو پہلو ہے یہ روحانی دنیا میں بھی اسی طرح جاری ہوتا ہے اور آگے بڑھتا ہے اور کام اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ منظّم ہوتے چلے جاتے ہیں اور اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ والا مضمون روشن ہوتا جاتا ہے اور انسان ایک عرش سے دوسرے عرش، دوسرے عرش سے تیسرے عرش پر ترقی کرتا ہے۔یہ وہ دور ہے جس میں جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی کامیابی

سے داخل ہو کر اب آگے بڑھ رہی ہے۔

اس لئے جتنے بھی کام بڑھیں گے ایک ذرّے کا بھی وہم نہ کریں کہ خلیفہ کی طاقت سے بڑھ جائیں گے۔ جو مرکزی نظام خدا نے قائم کیا ہے وہی جاری رہے گا اور وہی سارے کام سنبھالے گا اور ساری ذمہ داریاں ادا کرے گا اور ساتھ ساتھ جو تائیدی نظام ہے سلطان نصیر بنتے چلے جاتے ہیں وہ اپنا اپنا کام کرتے چلے جائیں گے لیکن ہر دفعہ ریفرنس دماغ کو جاتا ہے اور یہ جو ریفرنس جانے والی بات ہے یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ سوتے ہوئے میں بھی جسم کے اعضاء میں جگہ جگہ جو تبدیلی واقع ہو رہی ہے ان کا ریفرنس ایک دماغ کو ضرور جاتا ہے یعنی ایک حوالہ جاتا ہے کہ یہ یوں ہو رہا ہے اس کو ریکارڈ کر لو اور یہ یوں ہونا چاہئے کہ نہیں ہونا چاہئے تو اس لئے ریفرنسز جتنے بھی ہوں گے اگر نظام مرتب ہو تو اس کے نتیجے میں طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں پڑتا۔

مگر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جس رفتار سے جماعت ترقی کر رہی ہے اس میں مزید دعاؤں کی ضرورت ہے اور یہ مضمون میں نے اس لئے کھول کر بیان کیا ہے باوجود اس کامل یقین کے کہ خدا تعالیٰ خود توفیق دے گا اور بڑھائے گا دعا کا خانہ اپنی جگہ موجود رہتا ہے اور اس سے فرق پڑتا ہے۔ جتنی زیادہ دعائیں مددگار ہوں اتنا ہی انسان اللہ تعالیٰ کی تائید کو آسمان سے اترتا دیکھتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ یہ دعائیں ہیں جو پھل لا رہی ہیں۔ اس لئے جماعت دعاؤں سے غافل نہ ہو اور دعاؤں والا جو مضمون ہے اس میں فتنوں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک انسان اگر لاعلمی میں کوئی فیصلے کرتا ہے تو ان فیصلوں میں اسی حد تک خامی پیدا ہو سکتی ہے اور دشمن ہمیشہ چھپ کر وار کرتا ہے اور جب تک اس کے وار کا طریقہ معلوم نہ ہو اس کی واردات کا اندازہ، طریق معلوم نہ ہو اس وقت تک انسان صحیح طرح اس کے خلاف اگر طاقت رکھتا بھی ہو تو دفاع کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اچانک حملے کا جو فلسفہ ہے جنگوں میں استعمال ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک چھوٹا دشمن بھی بڑے دشمن پر غالب آجاتا ہے اگر سرپرائز Surprise کا ایلیمنٹ (Element) آجائے، اچانک پن اس میں آجائے۔ تو دشمن چونکہ ہمیشہ سازش مخفی کرتا ہے اور قرآن کریم نے شیطان کے حوالے سے یہ بات ہم پر خوب کھول دی ہے کہ شیطان تمہیں وہاں سے دیکھ رہا ہے جہاں تم اسے دیکھ نہیں رہے وہاں سے وار کرتا ہے جہاں تمہیں پتا نہیں۔ اس لئے خدا کی پناہ میں آنے کا مضمون ہمیشہ یاد رکھنا

چاہئے۔ انسان اپنی تمام صلاحیتوں کے باوجود اَن دیکھے حملے کے خلاف مؤثر دفاع نہیں کرسکتا لیکن وہ حملے جو دکھائی دیں اس میں بھی بسا اوقات مزید مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر اَن دیکھے حملے تو بہت ہی شدید اور مہلک ہوجاتے ہیں۔ پس اس پہلو سے دعا جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اَن دیکھی چیزوں کو ہمیں دکھادے اور وقت پر دکھادے اور پھر ان کی جوابی کارروائی کی توفیق عطا فرمائے، حکمت بخشے اور اس حکمت کے منصوبے کو جو انسان بناتا ہے اس پر عملدرآمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تو دعاؤں کا خانہ تو اپنی جگہ ہمیشہ رہے گا اسے نظر انداز کرنا بے وقوفی اور خودکشی ہے۔ پس جہاں خدا مالک اور انسان متوکل ہے اور خدا اس کا وکیل ہے یعنی توکل کرنے والا انسان ہے اللہ تعالیٰ اس کا وکیل بن جاتا ہے ایسی صورت میں بھی قرآن کریم بار بار دعاؤں کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔ جو زیادہ دعائیں کرے گا اس کا زیادہ وکیل اللہ ہوجائے گا اور جو جتنا توکل کرے گا اتنا ہی ساتھ دعائیں بھی بڑھائے گا کیونکہ توکل کا مضمون دعا چاہتا ہے۔ توکل کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو کرنا تھا کرلیا مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں، نااہل ہیں، ہر چیز پہ ہماری نظر نہیں، **عالم الغیب** تو درکنار، **عالم الشھادہ** بھی پورے نہیں ہیں، اس لئے ہمارے منصوبوں میں ضرور خامیاں رہ گئی ہیں لیکن جو پوری کوشش کے باوجود خامیاں رہ جائیں ان میں انسان کہتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ پر توکل کرتا ہوں اور تو اب ان کمزوریوں کو سنبھال لے اور ان کے بداثرات سے ہمیں بچالے۔ یہ توکل سب سے زیادہ آنحضرتﷺ میں تھا اور اس توکل کے مضمون کو سمجھنے کی وجہ سے آپؐ کی دعائیں بے انتہا ہوگئیں یعنی اتنی دعائیں تھیں کہ ہم عام زندگی میں اس کا تصور نہیں کرسکتے۔ سوتے بھی دعائیں جاری ہوتی رہتی تھیں۔ بدن سو بھی جائے تو دماغ جاگتا رہتا تھا اور ہر لحظہ، ہر ہر لمحہ خدا کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھا رہتا تھا۔ پس توکل کے مضمون کو اگر آپ سمجھ جائیں تو دعا کا مضمون از خود زیادہ واضح اور روشن ہوتا چلا جائے گا۔

پس یہ جو سارے کام میں نے بتائے ہیں بڑے عمدہ چل رہے ہیں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خامیوں کے احتمالات نہیں۔ خامیوں کے بہت سے احتمالات ہیں اور علم کی کمی منصوبے کی خامیوں کی ذمہ دار بنتی ہے اور انسان **عالم الغیب** ہے ہی نہیں میں نے جیسا کہ عرض کیا **عالم الشھادہ** بھی نہیں۔ کئی لوگ آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جی ہم نے خواب میں دیکھا اور بڑا اخلاص کا اظہار کرتے ہیں ہم احمدی ہوگئے اور سادہ لوح انسان جو اللہ کے نور سے نہیں دیکھتے وہ دھوکے میں آجاتے ہیں حالانکہ

مومن ہوتے ہیں اور بعد میں وہ پھر چقمہ دے کر ان کی رقمیں لے کر بھاگ جاتے ہیں، ان کی جائیدادوں کو نقصان پہنچا جاتے، ان کو فتنوں میں ملوث کرتے، پولیس میں جا کے رپورٹیں کرتے۔ یہ آج کل تو آئے دن ایسی خبریں آتی ہیں اور اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے مگر وجہ وہی ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ آدمی **عالم الغیب** نہیں ہے اور ہر شخص کا **عالم الغیب** نہ ہونا الگ الگ معنے رکھتا ہے۔

مومن جو گہری فراست رکھتا ہے وہ بھی **عالم الغیب** نہیں مگر عام انسانوں کے مقابل پر گویا **عالم الغیب** ہے۔ اس کو اتنا زیادہ دکھائی دے رہا ہوتا ہے کہ عام آدمی کو اس کا عشر عشیر بھی دکھائی نہیں دے رہا ہوتا لیکن مومن ہوتے ہوئے یعنی عام باتوں میں ہوتے ہوئے جب تقویٰ زیادہ گہرا نہ ہو تو پھر فراست پر اثر پڑتا ہے۔ بعض لوگوں کو جو تبلیغ کا جوش ہے، اب وہ تقوی کی باریکی کا حال میں آپ کو بتاؤں، کہاں اس کی باریکی فائدہ بھی دے سکتی ہے نقصان بھی دے سکتی ہے۔ اگر جوش یہ ہے کہ میں نے نمبر بڑھانا ہے ضرور، اگر جوش یہ ہے کہ مجھے سو کا ٹارگٹ ہے میں نے پورا کرنا ہی کرنا ہے، اگر جوش اس بات کا ہو کہ ایک آدمی چونکہ اچھی باتیں بتا رہا ہے اس لئے اگر میں مان کر اس کو پیش کروں گا تو اور بھی زیادہ اثر پڑے گا کہ میں نے ایک بڑا حقیقی بزرگ دعا گو انسان جماعت کو تحفہ دے دیا۔ یہ فراست کی بات نہیں تقویٰ کی کمی کی بات ہے۔ مومن کی نظر اس لئے محتاط ہوتی ہے کہ اس کی ذات ملوث نہیں ہوتی۔ جہاں اپنے نفس کی کمائی کا اظہار کرنا پیش نظر ہو کہ میرے نفس نے محنت سے یہ بات کمائی ہے اور اس کا مجھے کریڈٹ ملنا چاہئے وہاں ضرور تقویٰ میں کمی آنے کی وجہ سے دھوکہ ہوگا اور بعض چیزیں نظر دیکھ نہیں سکتی اور دیکھنے میں وہ لوگ متقی ہیں، نمازیں ہیں، وقت دیتے ہیں، دین کی خدمت میں وقت دیتے ہیں، تبلیغ پر وقت خرچ کرتے ہیں، اموال کی قربانی کرتے ہیں لیکن تقویٰ بہت ہی باریک مضمون ہے۔ جہاں نیکی دکھانے کی بھی خواہش پیدا ہو جائے وہاں بھی یہ شیطان وہاں سے حملہ کرتا ہے جہاں دکھائی نہیں دیتا۔

یہ جو مضمون میں نے بیان کیا کہ دکھائی نہیں دیتا یہ مضمون ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ موٹی موٹی باتوں میں دکھائی نہیں دیتا۔ موٹی باتوں میں تو شیطان دکھائی دے دیتا ہے پھر بھی انسان ٹھوکر کھاتا ہے، جانتے بوجھتے بھی کھاتا ہے لیکن جہاں دکھائی نہیں دیتا وہ یہ لطیف باتیں ہیں۔ اگر آپ خالصۃً للہ ہو کر اپنی نگرانی کریں تو آپ کی نظر بڑھ جائے گی، زیادہ لطیف ہو جائے گی، گہرائیوں میں اترنے کی

صلاحیت پا جائے گی پھر بھی سب کچھ نہیں دیکھ سکے گی۔ یہ فرق ہے **عالم الغیب** میں اور اس مومن میں جو اللہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جب سب کچھ ہو جائے اور انسان اپنی خداداد صلاحیتوں کو حد کمال تک پہنچا دے پھر جو باقی حصہ ہے وہ بھی بے انتہا ہے اور وہاں توکل شروع ہوتا ہے۔ وہاں سے وہ مضمون شروع ہوتا ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم سورہے ہوتے ہو خدا تمہارے لئے جاگ رہا ہوتا ہے۔ تم دشمن سے غافل ہوتے ہو خدا اس پر نظر رکھتا ہے۔ تمہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کس چیز کی مجھے ضرورت ہے اللہ کو معلوم ہوتا ہے اور وہ ضرورتیں پوری کر رہا ہوتا ہے۔ یہ جو توکل والا مضمون ہے اس میں دعاؤں کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں مانگنے والے کو دیا جاتا ہے اور دعاؤں کی اس لئے ضرورت ہے کہ اگر وہ نہیں مانگے گا تو اپنی ذات پہ توکل ہے اس لئے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ بعض لوگ کم فہمی میں یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کو کیا منگوانے کا شوق ہے۔ ہم نے توکل کر دیا خدا اب سنبھال لے حالانکہ جو وہ توکل ہے وہ نفس کا دھوکہ ہے۔ اس توکل کا مطلب ہے کہ ہم نے جو چیزیں پوری کر دیں اب لازماً سب کام ٹھیک ہونے چاہئیں اور بالآخر وہ اپنی ذات پر توکل ہی بن جاتا ہے لیکن جہاں خطرات کا احساس ہو اور پتا ہو کہ سب چیزیں کافی نہیں ہیں وہاں کسی مددگار کی ضرورت پیش آتی ہے اور لازماً دل سے دعائیں اٹھتی ہیں کہ اے ہمارے مددگار، اے خدا ان ضرورتوں کو پورا کر دے جن پر ہماری نگاہ ہی نہیں ہے۔ ان خامیوں کو دور کر دے جن پر ہماری نظر نہیں ہے اور پھر ہمارے ان کاموں کو سنبھال لے جو ہمارے بس میں نہیں ہیں۔

تو یہ وہ مضمون ہے جس کی اس وقت جماعت کو سمجھنے کی بڑی گہری ضرورت ہے۔ ہمارے کام پھیل رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور اتنے پھیل رہے ہیں کہ اگر اپنی طاقت کو دیکھیں تو ناممکن دکھائی دیتا ہے کہ ہم انہیں سنبھال لیں۔ وہ ارتقائی دماغ جس کی میں بات کر رہا ہوں اس کو بھی تو وقت چاہئے اور جب ترقیات تیزی سے آگے بڑھ جائیں تو اس ارتقائی اجتماعی دماغ کے لئے جتنا وقت درکار ہے وہ ہی نہیں ملتا اور وہاں لازماً اللہ تعالیٰ کے براہ راست دخل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ جو مضمون ہے اس پر غور کر کے جو جدید سائنس دان ہیں انہوں نے یہ راز معلوم کر لیا کہ جو Evolution کا وقت ہم نے دیکھا ہے وہ Evolution کے لئے کافی نہیں ہے یعنی حیرت انگیز دریافت انہوں نے کی ہے اور اب اس میں ہی وہ غرق ہوئے بیٹھے ہیں۔ کہتے ہیں ہم نے جو حساب

لگا یا انسانی زندگی تک پہنچنے کے لئے زندگی نے جتنے مراحل کا سفر کیا ہے ایک بلین سال اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، بالکل معمولی حیثیت ہے اور یہ سوچ آگے بڑھی تو اب یہ اس منزل میں داخل ہوگئی ہے کہ ہم جو کہتے تھے Big Bang سے بیس ملین سال کے اندر یہ سارا نظام وجود میں آ گیا اب جو نئی دریافتیں ہو رہی ہیں وہ دیکھنے کے بعد اور جو کائنات کے انتظام کے پیچ وخم دکھائی دے رہے ہیں اب یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں بیس ملین سال میں تو یہ ممکن ہی نہیں۔ وہاں ان کو توکل کا پتا نہیں۔ توکل بتا تا ہے کہ خدا ہے جو اس جاری کارخانے کے علاوہ اپنے عرش سے ان باتوں پر نظر رکھتا ہے اور اگر ایک بیرونی دماغ فیصلے کرنے والا ان کے کمپیوٹر میں داخل کر دیا جائے تو ایک بلین سال میں آسانی سے وہ سارے مراحل طے ہو سکتے ہیں لیکن فیصلے باہر کرنے پڑیں گے۔ اتفاقات سے مضمون آگے نہیں بڑھتا بلکہ اتفاقات جو دکھائی دیتے ہیں ان کو اگر کوئی جوڑنے والا ہو اور اس کا ہاتھ دکھائی نہ دے رہا ہو تو وہ سفر جو اتفاقات کے لئے لاکھوں سال کا سفر ہوگا وہ ایک جوڑنے والا ہاتھ چند سالوں میں طے کر سکتا ہے۔ پس خدا کی ہستی کی طرف یہ ہنکائے لئے جا رہے ہیں اور ابھی تک ان کو ہوش نہیں آتی پوری طرح۔ بعض کو آ گئی ہے، بعضوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ حقائق ہیں، ہم ان سے کب تک آنکھیں بند کریں گے۔ جو حقائق اب تک معلوم ہوئے ہیں وہ اس بات کو ناممکن دکھا رہے ہیں کہ کسی بیرونی باشعور اور عالم ہستی کے بغیر یہ کارخانہ اس رفتار کے ساتھ آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ تو اس لئے توکل کا مضمون کائنات میں بھی ایک ہے جسے اب آہستہ آہستہ سائنس دانوں نے دیکھنا شروع کیا ہے لیکن ہمیں تو خدا تعالیٰ نے پکی پکائی دی ہے۔ قرآن کریم نے یہ ساری باتیں کھولیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کے باریک رازوں سے پردے اٹھا دئے۔ پس اس پہلو سے جماعت کو جب سب کچھ خدا تعالیٰ نے شعور بخش دیا تو اس آخری مقام سے غافل ہو جانا ان کی ساری محنت کو ضائع کر سکتا ہے اور توکل کے لئے جو اس مضمون کا توکل ہے کہ لوگ کثرت سے آئیں گے تو کیا کرنا ہے قرآن کریم نے ہمیں صاف نصیحت فرمائی ہے:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر: 2 تا 4)

اس وقت خدا کی تسبیح کرو۔ اپنے آپ کو خالی کرلو ہر تسبیح سے یعنی یہ یقین کرلو کہ تم غلطیوں سے پاک نہیں ہو۔ اللہ ہی ہے جو غلطیوں سے پاک ہے اور یہ اقرار ہے اپنی کم مائیگی کا جو پھر حمد کے مضمون میں داخل کرتا ہے ۔غلطیوں سے پاک ہی نہیں، ہر حمد کا حامل وہی ہے مالک وہی ہے وَاسْتَغْفِرْهُ اس سے پھر بخشش طلب کرو۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا پھر وہ تمہاری ہر غلطی کو معاف کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور ہر غلطی کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے خمیازے سے تمہیں بچائے گا۔ یہ مضمون ذہن نشین رکھیں تو اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس آیت کا انتخاب میں نے کیوں کیا جس کی میں نے ابتداء میں تلاوت کی تھی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۱﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۲﴾

جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کرے گا وہ فَوْزًا عَظِيْمًا حاصل کرلے گا۔ پس ہمارا سفر فَوْزًا عَظِيْمًا کا سفر ہے اور اس میں توکل کے مضمون اور اپنی خامیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ لازم ہے کہ ہم اپنی اصلاح بھی ساتھ ساتھ کرتے چلے جائیں اور بغیر اصلاح کے کوئی ارتقاء ممکن نہیں ہے اور جھوٹ کے متعلق جو میں نے جہاد کا اعلان کیا اس اعلان سے جو ابھی جرمنی میں میں نے تازہ کیا ہے اس مضمون کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ جھوٹ نہ بولنا ایک بات ہے اور قَوْلًا سَدِيْدًا ایک اور بات ہے۔ محض جھوٹ نہ بولنے کے باوجود انسان کی خامیاں اس کی نظر سے غافل رہ سکتی ہیں اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ انسان ایسا ہوشیار جانور ہے کہ بغیر جھوٹ بولے بھی اگلے کو دھوکہ دے دیتا ہے اور بغیر جھوٹ بولے بھی اپنی کمزوریوں پہ پردے ڈال لیتا ہے اور جو شخص سچا ہو مگر انسانی فطرت کی مجبوری کے تحت وہ سچ کے دائرے میں رہتے ہوئے بھی اپنی خامیوں کو اپنی نظر سے تو نہ چھپائے۔ اگر اس کو حیا مانع ہے، شرم مانع ہے تو اول حکم یہ ہے کہ وہ خود اپنی خامیوں کا نگران رہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ جب وہ کہتا ہے تو یہ چیز اس کا لازمی حصہ بن جاتی ہے کہ اگر اللہ

خامی سے پاک ہے تو میرے اندر خامیاں ہوں گی۔ ہوں گی پر بات نہ رہنے دے، تلاش کرے کہ وہ کیا ہے اور جب خامیوں کی نشاندہی کرے گا معلوم کرلے گا کہ یہ یہ خامیاں ہیں تب حمد کا سفر شروع ہوسکتا ہے اس کے بغیر ممکن نہیں ہے پس یہ ان آیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

قرآن کریم نے اس مضمون کو مزید واضح اور آسان کر دیا یہ کہہ کر، یہ نہیں فرمایا کہ سچ بولو فرمایا قول سدید کہو۔ اگر تم سچ کے دائرے میں قول سدید کی جو باریک سڑک ہے اس پر چلتے رہو تو پھر خدا کا وعدہ ہے کہ وہ تمہاری ضرور اصلاح کرے گا اور یہ بہت عظیم وعدہ ہے۔ قَوْلًا سَدِيْدًا کے متعلق میں پہلے بھی ایک دفعہ خطبے میں تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں اب جو ہمارے مختلف کام سر پر آپڑے ہیں جو منتظمین ہیں ان کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ قَوْلًا سَدِيْدًا سے کام لینا چاہئے اور ایک دوسرے کے دائرے میں دخل دینے سے باز رہنا چاہئے اور اگر دے دیں تو پھر مان لیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ بہت سے انتظامی جھگڑے جو انتظامات کے پھیلنے کی وجہ سے میرے سامنے آرہے ہیں ان میں یہ پتا چل رہا ہے کہ قَوْلًا سَدِيْدًا کی کمی ہے ابھی۔ سچ بولتے بھی ہیں تو قَوْلًا سَدِيْدًا کے کام نہیں لیتے۔ اگر پکڑے جاتے ہیں تو ضرور بہانے بناتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو اس وجہ سے اس جگہ دخل دے رہے تھے، یہ ہمارا دائرہ اختیار ہے اس کا نہیں ہے۔ تو قَوْلًا سَدِيْدًا میں دو باتیں ہیں سیدھی بات کہنا اور سیدھی راہ پر چلنا۔ اگر انسان بات سیدھی کہے اور بل اور فریب اس میں نہ دے تو ایسا آدمی جھوٹا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض حد سے زیادہ بے وقوف اور وہ ہر جگہ اٹھ کے بات کر دیتے ہیں کہ جی ہم تو سچی بات کریں گے اور یہ جو ہے یہ قَوْلًا سَدِيْدًا نہیں ہے کیونکہ قَوْلًا سَدِيْدًا میں بھی کچھ حکمت کے تقاضے ہوا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بہت گہرا اور باریک ہے اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی پہچان متقیوں سے کیا ہے۔ ایک ہے وہ بڑی واضح ہے۔ وہ لوگ جو اپنی بے وقوفی کی وجہ سے سیدھی بات کرتے ہیں اور اپنے رشتے داروں، عزیزوں کے لئے ہر جگہ ایک مصیبت بن جاتے ہیں شرمندگی کا موجب بنتے رہتے ہیں وہ اور قسم کے لوگ ہیں اور مومن جو اللہ کی آنکھ سے دیکھنے والا وہ جو قَوْلًا سَدِيْدًا اختیار کرتا ہے وہ اور طرح کا انسان ہے کیونکہ تقویٰ کے ساتھ فراست کا تعلق ہے اور یہ جو سادہ بات سیدھی ہے اس کا بے وقوفی سے تعلق ہے اور یہ دو باتیں الگ الگ ہیں، پہچانی

جاتی ہیں۔ایک صاحب فراست انسان جانتا ہے کہ اگر میں بل دینا چاہوں تو بل دے سکتا ہوں وہ جانتا ہے کہ اگر میں بات کو چھپانا چاہوں تو چھپا سکتا ہوں، بے اختیار نہیں ہوتا وہ اوراس کے باوجود وہ وہ راہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی خاطر جو اس کے لئے کچھ مشکلات بھی پیدا کر سکتی ہیں، کچھ شرمندگی کا موجب بھی بن سکتی ہیں لیکن ایک بے وقوف تو اس طرح نہیں کرتا۔اس کو تو پتا ہی نہیں کہ کوئی اور راہ ہے بھی کہ نہیں وہ تو بات بنائے بھی تو نہیں بنتی ،بنا سکتا ہی نہیں ہے ۔تو میں بے وقوفوں والے قَوْلًا سَدِيْدًا کی طرف آپ کو نہیں بلا رہا بلکہ مؤمنانہ قَوْلًا سَدِيْدًا کی طرف آپ کو بلا رہا ہوں۔جہاں آپ کے اندر صلاحیتیں موجود ہیں کہ ہر بات کو سجا کر سلیقے سے پیش کر سکیں مگر جہاں یہ دیکھیں کہ اس میں تقویٰ کا نقصان ہے وہاں بات کو اتنا کہیں جتنا اللہ کے تقویٰ کا تقاضا ہے۔اب یہ فیصلہ کرنا بھی بڑا مشکل کام ہے کیونکہ بسا اوقات انسان اپنے معیار کے مطابق تقویٰ کو پورا سمجھتا ہی نہیں ہے۔اس لئے جس راستے سے بھی آپ اصلاح کا رستہ اختیار کریں،جس طریق سے بھی اختیار کریں آخر تان دعا پر ٹوٹے گی۔

لیکن قَوْلًا سَدِيْدًا میں اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ فرمایا ہے جو باقی باتوں میں نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم سچائی کے دائرے کے اندر یہ باریک راہ اختیار کرو گے جو قَوْلًا سَدِيْدًا کی ہے تو میرا وعدہ ہے کہ تمہاری اصلاح کروں گا اور یہ انسانی فطرت کی بات ہے ایک شخص اگر کسی خاص نقص میں مبتلا ہے کسی بیماری کا شکار ہے اور بے وجہ قَوْلًا سَدِيْدًا اس کو ہر دفعہ ننگا کرنا پڑتا ہے اپنے آپ کو اور شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور جانتا ہے کہ جب بھی اس محل پر،اس موقع پر مجھ سے کوئی بات ہوگی مجھے یہی بتانی پڑے گی تو ایسا شخص خود اپنے نفس کی شرمندگی کی وجہ سے مجبور ہے کہ اپنی اصلاح کرے یہاں تک کہ اس شرمندگی کے محل سے نکل جائے۔

پس يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ میں ایک گہرا انسانی فطرت کا راز ہے جو بیان ہو رہا ہے۔جو شخص اپنی خامیوں کو بہادری کے ساتھ ،جرأت کے ساتھ اس حد تک قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس حد تک اللہ نے اجازت دی ہے اور یہ اجازت والی شرط بھی ساتھ ہے ورنہ وہ مؤمنانہ فراست نہیں رہے گی بے وقوفی ہو جائے گی۔بعض جگہ اللہ تعالیٰ نے اجازت بھی نہیں دی کہ تم اپنے گناہوں کا حال لوگوں کو بیان کرتے پھرو۔ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ

خدا کا مغضوب ہو جاتا ہے اللہ اس کو غضب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بظاہر وہ سچ بول رہا ہے، بظاہر قَوْلًا سَدِيْدًا سے کام لے رہا ہے کہتا ہے جی میں نے یہ بھی گناہ کیا ہے وہ بھی گناہ کیا ہے یہ یہ باتیں میرے اندر پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے مجھے شرم سے پسینے آنے لگتے ہیں کہ بظاہر انہوں نے صرف دعا کی درخواست کی ہے مگر یہ بتانے کے شوق میں کہ اتنے اتنے گناہ ہیں وہ حد سے زیادہ تفاصیل بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ گویا بظاہر سامنے ننگے ہو کے کھڑے ہو گئے ہیں اور وہاں غض بصر کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس بات کو دل سے بھلا کر نکال دیا جائے۔ ان کو میں سمجھاتا بھی ہوں بعض دفعہ کہ تمہیں خدا نے اجازت ہی نہیں دی۔ اپنی کمزوریوں کو جن پر خدا نے ستاری کا پردہ ڈالا ہے ان کو نکال کر باہر پھینکنا یہ قول سدید کے خلاف ہے۔ اس لئے قَوْلًا سَدِيْدًا اسلامی اصطلاح ہے۔ قَوْلًا سَدِيْدًا میں جو بات آپ بیان کرنے پر مجبور ہیں اور مختار ہیں خدا کی طرف سے وہاں قَوْلًا سَدِيْدًا سے کام لیں۔ جہاں آپ کو اپنی اندرونی کمزوریاں اچھال کر باہر پھینکنے کی اجازت نہیں سوائے خدا کے حضور، وہاں وہ قَوْلًا سَدِيْدًا نہیں ہے وہ حد سے زیادہ جہالت ہے اور اس لئے خدا نے اجازت نہیں دی یعنی اور باتوں کے علاوہ کہ اس سے فحشاء پھیلتی ہے۔ ایک دفعہ اجازت ہو جائے تو ہر انسان اگر اپنا اندرونہ سارا کھول دے تو دنیا اتنی گندی دکھائی دے گی کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ دنیا کتنی گندی ہو گئی ہے اور یہ دنیا کا بڑھتا ہوا گند ہر اصلاح کرنے والے کو مایوس کر دے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس دنیا کی اصلاح ہو سکتی ہے، وہ کہے گا چلو پھر میں بھی ساتھ ہی بہتا ہوں۔

تو فحشاء کا یہ مضمون ہے جس کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ خوب صورت ستاری کا پردہ اتارا ہے کہ تم چھپے رہو بے شک جہاں تمہاری ذاتی کمزوریاں ہیں اور دکھانے کی اس لئے بھی ضرورت نہیں کہ تم بے حیا ہوتے چلے جاؤ گے اور اگر ظاہر کرو گے تو اور زیادہ بے حیا ہو کر بے دھڑک ان گناہوں میں آگے بڑھ جاؤ گے اور ساری قوم کو بے شرم کر دو گے اس لئے وہاں خدا تعالیٰ نے حکماً روک دیا ہے اور یہ منافقت نہیں ہے، اس میں گہرا اصلاح کا راز ہے۔ پس قَوْلًا سَدِيْدًا کا یہ مطلب بھی نہ نکال لیں۔ قَوْلًا سَدِيْدًا کا مطلب یہ ہے کہ جہاں آپ سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے یا جہاں آپ نے بیان کرنی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی بیان کردہ حدود کے دائرے میں ہے وہاں لازماً آپ نے قَوْلًا سَدِيْدًا سے کام لینا ہے۔

اب اس کی مثال ابھی حال ہی میں ایک شادی بیاہ کا جھگڑا میرے سامنے آیا۔ ایک لڑکی جو بیاہی گئی دو دن یعنی دو دن صرف بیاہی گئی، گھر واپس آ گئی۔ اس نے کہا مجھے یہ اعتراض نہ ہوتا شاید کہ میرے خاوند کی عمر مجھ سے بیس سال زیادہ ہے مگر اس نے دس سال بتائی ہے اور نکلی بیس سال ہے اس لئے ایسے جھوٹے شخص کے ساتھ میں نہیں رہ سکتی۔ وہ اسی طرح واپس آ کے گھر بیٹھ گئی اور ایسے واقعات کثرت سے میرے سامنے آتے ہیں۔ یہاں چھپانا اس مضمون سے تعلق نہیں رکھتا جو میں نے بیان کیا ہے کہ اپنی کمزوریاں نہیں دکھانی۔ عمر کا ظاہر کرنا یہ کمزوری نہیں ہے جس پر خدا نے ستاری کے پردے ڈالے ہوئے ہیں یہ روزمرہ کے حقائق ہیں اور ان سے روگردانی کرنا اور ان کو چھپانا دو طریق سے ممکن ہے۔ ایک یہ کہ انسان سچ بول رہا ہو اور بات ہی نہ کرے، بات گول کر جائے، عمر کی بات آئے تو ادھر ادھر مونہہ کر جائے۔ ایسا شخص جو ہے اس کو جھوٹا تو نہیں کہیں گے وہ قَوْلًا سَدِيْدًا نہیں ہے اور ایک وہ ہے جو واضح طور پر جھوٹ بول دیتا ہے اس کی ذات کے اندر قول سدید کا تو کوئی تصور ہی نہیں کیا جا سکتا وہ جھوٹا ہے۔

پس جہاں آپ جھوٹ سے نجات حاصل کر رہے ہیں وہاں یاد رکھیں کہ ایسے بہت سے معاملات ہیں جہاں قول سدید کی ضرورت ہے اور وہاں ان باتوں کو ظاہر کرنا خدا کے منشاء کے خلاف نہیں، خدا کے منشاء کے مطابق ہے وہاں ستاری کا مضمون داخل ہی نہیں ہوتا اگر وہاں آپ قَوْلًا سَدِيْدًا سے کام نہیں لیں گے تو آپ دھوکے باز ہوں گے۔ پس جتنے رشتوں کے معاملات ہیں ان میں اکثر صورتوں میں یہی قول سدید کی کمی ہے جس نے بہتوں کی زندگیاں برباد کر کے رکھ دی ہیں۔ مجھے ایک لڑکی کا بڑا دردناک خط ملا کہ جو نقشہ کھینچا گیا خاوند کا اتنا اچھا صحت مند، یہ کرتا ہے، وہ کرتا ہے اور جب میں گھر آئی ہوں تو شاید مرگی کا مریض ہے جو میرے لئے برداشت کرنا مشکل ہے اور اب میں بے بس ہو چکی ہوں۔ اب میرے ماں باپ نے باندھ دیا ہے۔ اب یہی میری زندگی ہے جو رہے گی۔ کچھ ایسی ہیں جو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہ رشتے توڑ کر گھر آ جاتی ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جو کہتی ہیں بس اب ماں باپ نے جھونک دیا تو اسی میں اب ساری زندگی کٹے گی تو کتنا بڑا گناہ ہے۔ قَوْلًا سَدِيْدًا ان معنوں میں ہے کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے انہوں نے پوچھا ہی نہیں تھا مگر کوئی یہ تو نہیں پوچھا کرتا ہر ایک سے کہ مرگی کا بیمار ہے کہ نہیں۔ جب رشتوں کی باتیں ہوں تو یہ ان

برائیوں میں سے نہیں ہے جس کا ظاہر کرنا گناہ ہے۔ان بیماریوں کا مضمون ہی بالکل الگ ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جہاں ظاہر کرنا لازم ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ دو آیات نکاح کے موقع پر تلاوت کے لئے خود چنی ہیں یعنی وحی الٰہی کے تابع ۔اس لئے ہمیں یہ سمجھایا گیا کہ رشتوں میں لازماً قَوْلًا سَدِيْدًا سے کام لینا ورنہ بہت تکلیفیں پہنچیں گی معاشرے کو اور اکثر جو تکلیفیں ہیں وہ اسی طرح پہنچتی ہیں ۔آئے دن مجھے خط ملتے ہیں کہ جی ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس کی پچاس ہزار روپے ماہانہ آمد ہے اور آ کے پتا چلا کہ پانچ سو مشکل سے لیتا ہے اور وہ بھی ماں باپ کے اوپر پل رہا ہے۔اب بتائیں یہ تو خیر جھوٹ ہو گیا مگر قَوْلًا سَدِيْدًا میں اور باتیں آجاتی ہیں اس طرح کی۔مثلاً یہاں انگلستان میں ایک کمانے والا جو ہے وہ اگر پانچ سو پاؤنڈ مہینے کا لیتا ہے تو پچیس ہزار روپیہ ہے وہ۔اب قَوْلًا سَدِيْدًا کا تقاضا ہے کہ وہ جا کے بتائے کہ کچھ بھی نہیں ہے مجھے جو پانچ سو ملتا ہے اس سے بمشکل دو وقت کی روٹی کھاتا ہوں ۔وہاں جا کے نادانوں بے چاروں کو، ناواقفوں کو کہے مجھے پچیس ہزار روپے مل رہے ہیں، بڑی شاندار نوکری ہے تو وہ دھوکے میں آجاتے ہیں اور جب بیٹیاں رخصت کر کے بھیجتے ہیں تو یہاں آ کے پتا چلتا ہے کہ کھانے کو کچھ بھی نہیں ان کے پاس۔تو قول سدید کا جو تعلق ہے یہ خانگی معاملات میں بھی ہے اور جماعتی معاملات میں بھی بہت ہے اور میں جماعتی معاملات کے پہلو سے اب آپ کو خصوصیت سے متوجہ کر رہا ہوں اگر چہ حوالے بعض خانگی معاملات کے دئے ہیں۔

ہمارے نظام میں جہاں بھی کہیں رخنے پیدا ہوتے ہے، عام طور پر اللہ کے فضل سے اب جماعت کی اتنی تربیت ہوگئی ہے کہ جھوٹ نہیں بولتی شاذ ہی شاید کبھی کوئی اتفاق سے واقعہ ایسا علم میں آئے کہ کسی نے جھوٹ بولا ہو اور اس کی وجہ سے نظام جماعت میں رخنہ پیدا ہو وہ اب قَوْلًا سَدِيْدًا کی کمی سے ضرور پیدا ہوجاتا ہے اور ایسے بہت سے معاملات ہیں جن کے تجربے آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور انگلستان کے جلسے کے تعلق میں بھی امیر صاحب کے سپرد میں نے کام کئے ہیں کہ کمیشن بٹھائیں، غور کریں یہ واقعہ ہوا کیوں آخر، ہونا چاہئے نہیں تھا۔جب پوچھا جاتا ہے تو جو جواب دیتے ہیں وہ اگر چہ اپنی ذات میں سچا ہوگا مگر پردے ڈالے جاتے ہیں ۔جب تحقیق کی جائے تو وہاں پردے اتارنے کا وقت ہے وہ ستاری کے وقت نہیں ہوا کرتے اس لئے آپ لوگ جب تک تقویٰ کی باریک راہوں کے مضامین کو سمجھیں گے نہیں اپنی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کو ادا کیسے

کریں گے۔ایک آدمی جب پوچھتا ہے کہ بتائیں کون ذمہ دار ہے تو اس وقت جن لوگوں سے پوچھا جاتا ہے ان کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنے دوست یا تعلق والے پہ پردہ ڈالیں۔رپورٹ یہ بھیج دیتے ہیں کہ ایک کارکن سے غلطی ہوگئی۔وہ ایک کارکن کون ہے۔آپ کے علم میں ہے تو میرے علم میں کیوں نہیں آتا،اس کا نام کیوں نہیں لیتے ،اس کا بتاتے کیوں نہیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے اور اندر اندر چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی کرتے چلے جاتے ہیں کہ جب غلطیاں ظاہر ہوتی ہیں تو پتا چلتا ہے کہ چونکہ انہوں نے وہ ریفرنس نہیں کیا تھا اس لئے غلطیاں ہوئی ہیں۔جو ذہنی ریفرنس کی میں نے مثال دی تھی یہاں میں مضمون جوڑ کر آپ کو بتا رہا ہوں، بہت سے ایسے امور ہیں جہاں اگر خلیفہ وقت کو آپ ریفر کر دیا کریں وقت کے اوپر تو بہت بڑی بڑی خرابیوں سے بچ سکتے ہیں کیونکہ آپ سمجھتے ہیں کچھ بھی حرج نہیں مگر خلیفہ وقت دیکھتا ہے کہ حرج ہے،اس کو بعد میں پتا چلتا ہے اور اس وقت بہت بڑا نقصان ہو چکا ہوتا ہے۔تو ریفر کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں کہ جی ہم آپ کا وقت بچاتے ہیں۔اچھا وقت بچاتے ہیں کہ جو نقصان پہنچ گیا اس کے بعد جو روحانی عذاب میں مبتلا کر دیا جو جماعت کے نقصان کی تکلیف پہنچادی جو تحقیق کے وقت میرے وقت ضائع کئے وہ وقت ہی نہیں ہے میرا؟ تو اس لئے جب بات پوچھی جائے تو قَوۡلًا سَدِیۡدًا سے کام لیں کہ جی ہاں یہ اختلاف ہو گیا تھا اس نے کہا میرا ڈیپارٹمنٹ ہے،اس نے کہا میرا ڈیپارٹمنٹ ہے،اختلاف بتاتے نہیں۔اگر اختلاف بتائیں تو مجھے فوراً پتا چل جائے گا کہ کس کی غلطی ہے۔تو اس لئے قَوۡلًا سَدِیۡدًا کی طرف میں آپ کو متوجہ کر رہا ہوں کہ انتہائی ضروری ہے کہ بڑھتے ہوئے نظام کے لحاظ سے صاف بات کہیں اور جہاں تک ممکن ہے خلیفہ وقت کو ریفر کریں اور جو اطلاعیں دیں وہ صحیح اور واضح دیں وہاں محض سچ کافی نہیں وہاں قَوۡلًا سَدِیۡدًا لازم ہے کیونکہ انسانی جسم جو اپنے دماغ کو پیغام پہنچاتا ہے وہ خالصۃً سچائی ہوتی ہے، بالکل قَوۡلًا سَدِیۡدًا کی بات ہوتی ہے،اس میں کوئی فریب نہیں ہوتا اور وہ جسم جس کے دماغ کو بغیر فریب کے اطلاعیں پہنچ رہی ہیں وہ سب سے زیادہ صحت مند ہوتا ہے۔

جہاں فریب آجائے وہاں مثلاً فالج ہو گیا ایک انسان کی Nerves کو،اعصاب کو،فالج کی وجہ سے یہ طاقت ہی نہیں کہ پوری بات پہنچا سکے وہاں دماغ ہمیشہ غلطی کرتا ہے پوری بات نہیں پہنچتی۔تو یہ بھی وہ مضمون ہے جہاں انسان کی مجبوریاں اور کمزوریاں ہیں۔فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ کا

مضمون اس سے پھر دوبارہ ابھرتا ہے۔تو آپ کی جو قَوْلًا سَدِيْدًا کی کمزوریاں ہیں وہ خلافت پر اثر انداز ہوں گی یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور یہ بات اتنی اہم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں سمجھانے کی خاطر اپنے آپ کو بھی اس سے بالا نہیں کیا۔حالانکہ جو آنحضرت ﷺ نے امکانی بحث چھیڑی ہے وہ کبھی ایک دفعہ بھی نہیں ہوا کہ ایسا واقعہ ہو گیا ہو اس لئے محض امکانی بحث ہے ہمیں سمجھانے کی خاطر۔فرماتے ہیں جب میں دو جھگڑنے والے فریقوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو صاف اور کھلی بات مجھے بتایا کرو۔ہوسکتا ہے کہ کوئی چرب زبان، یہ چرب زبانی جو ہے یہاں جھوٹ نہیں فرمایا یہ قول سدید سے ہٹی ہوئی بات ہے۔فرمایا سچ بولنا ہوگا مگر زبان کی چالاکیوں سے، ملمع کاری کی وجہ سے وہ اس طرح اپنا کیس پیش کر رہا ہے میرے سامنے کہ ہوسکتا ہے اس کی کوئی زمین، کوئی جائیداد میں اس کو دے دوں جو اس کا حق نہ ہو۔اگر رسول کریم ﷺ کے لئے ممکن ہے تو خلیفہ کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس سے بالا ہو، ناممکن ہے۔

پس آپ کا مجموعی تقویٰ ہے جو خلافت کے فیصلوں پر اثر انداز ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے اور وہاں آپ کا سدھرنا اور قَوْلًا سَدِيْدًا اختیار کرنا ساری جماعت کی صحت کا ضامن بن جاتا ہے۔پس اگر آپ ایسا کریں گے، غلط فیصلہ ہو تو اس کی ذمہ داری آپ پر بھی ہوگی اور مجھے بھی متوجہ کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کہ پھر زیادہ دعائیں کیا کرو جماعت کے لئے بھی، ان کے تقویٰ پر قائم رہنے کے لئے بھی اور جماعت بھی تمہارے لئے پہلے سے بڑھ کر دعائیں کرے تا کہ جو بڑھتے ہوئے وقت کے تقاضے ہیں ترقیات کے ہم ان کو احسن رنگ میں پورا کرسکیں۔احسن رنگ سے مراد ہے اس حد تک پورا کرسکیں جس حد تک ہماری استطاعت ہے اور ابھی اس وقت جو ترقیات ہیں وہ ہماری استطاعت سے آگے نکل چکی ہیں۔میں آپ کو بتا رہا ہوں بہت آگے نکل چکی ہیں اور کل آنے والی جو ترقیات ہیں وہ اور بھی زیادہ آگے نکل جائیں گی۔

پس جب اپنی استطاعت ختم ہو جائے اور اللہ کی استطاعت سے آپ کا پیوند ہو جائے تو پھر ہر چیز ممکن ہو جاتی ہے۔اس پیوند کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔وہ پیوند ہے جو ان خلاؤں میں آپ کے خلاؤں کو آبادیوں سے بھر دے گا یعنی غیر معمولی طور پر ان کے اندر رونق پیدا کر دے گا جو اس وقت ہمارے لئے خلا ہیں، مگر اللہ کرے گا۔اگر آپ خدا سے پیوند کرلیں تو آپ کی طاقت میں جب اللہ کی

طاقت شامل ہو جائے تو اس نسبت سے جس حد تک آپ کا خدا سے پیوند ہے آپ کی طاقتیں لامتناہی ہو سکتی ہیں اور ہو جاتی ہیں اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ہو جائیں گی۔ پس توکّل کرتے ہوئے اگر آپ دعاؤں سے غافل نہ رہیں، اپنے عجز سے غافل نہ ہوں اور کامل طور پر توکّل کا مضمون سمجھتے ہوئے اللہ سے التجا کرتے رہیں کہ خدا ہمارے کاموں کو سنوار دے تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ وقت کے تقاضے ہم پورے کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

تین نماز جنازہ پڑھنے کا میں نے فیصلہ کیا ہے غائبانہ، اگر چہ میں نے جماعت کو یہ نصیحت کی ہے کہ آئندہ سے مجھے درخواست نہ کیا کریں نماز جنازہ غائب کی کیونکہ یہ مضمون جو ہے یہ طاقت سے بڑھ چکا ہے اور ایک بہت بڑا ابھر آگے ایک قسم کا اسلام کے اندر گویا نئی چیزیں داخل ہو جائیں گی مستقل حصہ بن کے۔ اس لئے ان چیزوں سے گریز کریں ورنہ میرے لئے الجھن ہو جاتی ہے مجھے مشکل پڑ جاتی ہے۔ کئی لوگ اس طرح جذباتی رنگ میں اپنے ماں باپ کی خدمتوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ میرے لئے ان کو رد کرنا ان کی دل شکنی کا موجب بن سکتا ہے، قبول کرنا اس اپنے فیصلے کی خلاف ورزی ہے کہ میں آئندہ سے ان رجحان کو روکوں۔ اس لئے میں دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ آپ لوگ درخواستیں نہ دیا کریں۔ بعض فیصلے میں خود کروں گا۔ نماز جنازہ پڑھنا غائب حرام تو نہیں ہے۔ جائز ہے، ممکن ہے لیکن موقع اور محل کے مطابق۔ تو بعض دفعہ میں اپنے بعض ایسے تعلقات کی بناء پر جن کی وجہ سے میرا حق ہے کہ میں ان کو استعمال کر کے کسی کی نماز جنازہ پڑھوں۔ بعض دفعہ کسی کی جماعتی خدمات کو جماعتی نقطہ نظر سے ایسا وسیع دیکھوں کہ میں یہ فیصلہ کروں کہ ہاں یہ حق دار ہے، رشتے داروں کی نظر میں نہیں بلکہ میری نظر میں بھی واقعۃً یہ حق رکھتا ہو کہ غیر معمولی استثنائی حالات میں اس کی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے۔ تو اب میں یہ تو تفصیل بیان نہیں کروں گا کہ کس نقطہ نگاہ سے مگر زیادہ تر ذاتی تعلقات یا بعض پرانی خدمات میرے پیش نظر ہیں یا بعض فوت شدہ نوجوان کی غیر معمولی صلاحیتیں جنہوں نے دل پر غیر معمولی اثر کیا ہے اس لئے میں آج نماز جمعہ کے بعد تین مرحومین کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

ایک تو مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی کی بیگم صاحبہ ہیں جو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ میاں ابراہیم جمونی صاحب کو بنانے میں اور ان کی اخلاص کے معیار کو بڑھانے میں اور قائم رکھنے میں

بہت غیر معمولی طور پر حصے دار تھیں اور عشق تھا ان کو نظام جماعت سے اور خلافت سے اور انکسار کا ایک عجیب عالم تھا تو اس لئے ان کے لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

ایک ہمارے سکول کے زمانوں کے پرانے دوست محمد اسحاق صاحب تھے۔ چوہدری محمد اسحاق صاحب جو چوہدری الیاس کے والد جن کو خدا تعالیٰ نے بہت جماعت کی خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ وہ قادیان میں ہائی سکول میں میرے واقف تھے اور تعلقات تھے اور انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت بہت اچھی کی ہے، غیر معمولی۔ مگر اس کو آپ میرے ذاتی کھاتے میں ڈال لیں کیونکہ بچپن کے تعلقات کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے میں بھی ان کی نماز جنازہ میں شامل ہوں۔

اور ایک ان کا الیاس کا بیٹا، چھوٹا بیٹا جن کا نام دانیال تھا، غیر معمولی اخلاص رکھنے والا انسان تھا وہ بہت توکل۔ کینسر تھا، کینسر کے جتنے علاج تھے سب تکلیف دہ تھے مگر ایک دفعہ بھی شکوہ زبان پہ نہیں لایا پوری طرح کامل راضی برضا، اتنا کہا کرتا تھا کہ میرے لئے حضرت صاحب کو دعا کے لئے لکھ دینا۔ جب بڑا آپریشن ہوتا تھا تو کہتا تھا فون کر دیں اور میری طرف سے اطلاع ملتی تھی کہ میں دعا کر رہا ہوں تو پوری طرح سکون مل جاتا تھا، کہتا تھا مجھے بڑا ہی سکون ملتا ہے۔ آخری لمحات خدا نے اس کے آسان فرما دیئے۔ لیکن اس کا جو راضی برضا رہنے کا انداز تھا اس نے اتنا میرے دل پر اثر کیا ہے کہ میرے دل سے یہ خواہش اٹھی ہے کہ میں اس مخلص کی بھی نماز جنازہ ادا کروں۔ تو یہ تین ہوں گی نماز جنازہ غائب اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب کی دعائیں مل کر ان کی روحوں کے ثواب کا موجب بنیں گی۔ آمین